عرفان وتصوف نہج البلاغہ کی روشنی میں

ڈاکٹر محمد تعظیم

تصوف اس علم کا نام ہے جس میں خدائے بزرگ وبرتر کی ذات وصفات کی نسبت بحث ہوتی ہے اور وہ اعمال واشغال مقصود ہوتے ہیں جن سے تزکیہ وتصفیہ باطن ہو۔ یا یوں کہئے کہ تصوف قرآن وحدیث کی روشنی میں ایک ایسی شاہراہ ہے جو افراط وتفریط سے بالاتر ہے۔ جس پر چل کر انسان خدا تک پہنچ جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی اصل غرض وغایت معرفت الٰہی ہے جس کے لیے انسان کو خلق کیا گیا۔ کامیاب انفرادی یا اجتماعی زندگی بغیر اتقاء کے ممکن نہیں ہے۔ اتقاء کا مطلب تمام دنیاوی آلاؤشوں، جسمانی خواہشوں اور نفسانی مطالبات سے جسم وروح کو محفوظ رکھنا ہے، اور تمام عابدات کا مقصد بھی یہ ہے۔ ساتھ ہی انسان کا سب سے اہم کام انسانیت کی خدمت ہے اور یہی اسی وقت ممکن ہے جب انسان کو اس کے مقصد حیات سے روشناس کرا کے اس کی اخلاقی قوتوں کو بیدار کر دیا جائے۔ یہاں تک کہ اس کو ''فقر میں فخر'' محسوس ہونے لگے اور دل کو خالق کائنات کی طرف جوڑنے کی کوشش کرے تو پھر وہ نہ صرف تخلیق کائنات کا منشاء پورا کرتا ہے بلکہ انسان کی حقیقی راحت اور مسرت کا سامان بھی مہیا کرتا ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ ''خاص بندگان الٰہی وہ ہیں جو زمین پر جھک کر چلتے ہیں اور جب جاہل انہیں چھیڑیں تو وہ بجائے جواب کے ان سے کہہ دیتے ہیں اچھا خوش رہو''[۱] اور اصل عرفان الٰہی اسلام کے مایہ خمیر میں مضمر ہے اور قربت الٰہی کی حقیقی عبادات کا نصب العین۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے ''احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو یقین کرو کہ وہ (اللہ) تم کو دیکھ رہا ہے'' اس سے ہمارے قول وفعل کا تضاد اور فرق ختم ہو جاتا ہے۔ نیز فکر وعمل میں اخلاص وللّٰہیت پیدا ہوتی ہے اور یہی تصوف ہے۔

اسلامی تصوف کا اصلی سرچشمہ نفوس قدسی کا وہ سرشار جذبہ ہے جو رسول خداؐ کے کلام کی عبادات کی خاصیت تھی۔ آپ کی زندگی میں عملی فرائض کی انجام دہی کو دینی فکر ونظریہ پر ترجیح دی گئی تھی۔ [۲] تصوف غیر اللہ سے بے تعلقی کا نام ہے۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ انسان بے عملی، ترک دنیا یا رہبانیت کی زندگی اختیار کرے۔ وہ دنیا میں رہے مگر اس میں حرام وحلال کی تمیز باقی اور کارگر رہے اور

حلال اوراس کے اسباب کی محبت دل میں جاگزیں ہوجائے۔تصوف کی بنیادمحبت الٰہی ہے۔قرآن میں بے شمار آیتوں میں محبت کی دعوت دی گئی ہے۔جن میں معیت وقربت ذاتی کا وعدہ کیا گیاہے ہرچیز سے کٹ کرصرف اللہ کی طرف ہوجانا اور تزکیہ نفس کا حاصل ہونا،تعلیم تصوف کے اہم اجزاء میں۔محبت ہی رازِ حیات ہے اور اسکی آگ اگر دل میں نہ ہوتو وہ گوشت کا ایک بے جان ٹکڑا ہے۔ محبت کے معنی یہ ہیں کہ انسانی زندگی سمٹ کر ایک نقطہ پر آجائے اور خدا کے لئے جینا مقصد بن جائے۔فکروعمل کی بلندی، راست بازی، خدمت خلق، سچائی اورصبروشکرجیسی خوبیاں اسی جذبے کا نتیجہ ہیں۔ جو دل میں خدا کی محبت پیداہونے کے بعد پیدا ہوتی اور پھر مقصد یہ ہوجاتاہے کہ انسان خود اپنے اندر اچھے اخلاق پیدا کرے او ر دیگر لوگوں کو بھی مادی نجاستوں اور آلودگیوں سے پاک وصاف کرے کیونکہ تصوف کا نام ہے قولاً فعلاً حالاً ہرحیثیت سے اتباع رسولؐ کا۔ بقول خلیق احمد نظامی'' اور یہ کام صرف وہی شخص کرسکتاہے جس کا مذہبی وجدان پوری طرح نشو نما پاچکا ہو۔جس کی روح پر اسلامی رنگ چڑھ چکاہو اور جس کی نگاہ حق وہ باطن میں امتیاز کرنے میں کبھی دھوکا نہ کھائے۔[۳]

دراصل ظاہر کے بجائے اپنے باطن کی نگہداشت اور دوسرے وسائل کے بجائے صرف ذات خداوندی پر اعتماد کا نام تصوف ہے اور جس کو یہ دونون باتیں حاصل ہوجائیں تو وہ قیل وقال کے جھمیلے میں کہاں پڑسکتاہے؟ وہ تو اپنے حال کی طلب وجستجو اور انجام کی فکر و اندیشے میں محو ہوجاتاہے۔ بقول سید امیرعلی'' انسانی کردار کسی صورت محض اتفاق نہیں ہوتا۔ ایک عمل دوسرے عمل کا نتیجہ ہوتاہے۔ زندگی اسمت اور سیرت کے معنی ہیں ایسے واقعات و اعمال کا ایک مربوط سلسلہ جو ایک محکم یعنی مشیت ربی کے ذریعہ ایک دوسرے سے علت ومعلول کے رشتے میں منسلک ہوتا ہے'' یہ مسئلہ حضرت علیؑ کے مواعظ میں زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:'' اس سے پیشتر کہ تمہارے اعمال کے جانچنے کا وقت آئے اپنے نفس کو جانچو۔ اس سے پیشتر کہ اس زندگی میں تم نے جو کام کئے ان کا حساب تم سے مانگا جائے اپنا محاسبہ کرو۔ اس سے پیشتر کہ تمہاری روح کو اپنے نشیمن خاکی سے رخصت ہونا پڑے، نیک وپاک کام کرنے کی کوشش کرو اورحق وراست بازی کے راستے پر ثابت قدم رہو۔ سچ تو یہ ہے کہ اگرتم اپنی تنبیہ اور اپنی ہدایت آپ نہ کرو گے تو کوئی دوسرا تمہیں راہ راست نہ دکھا سکے گا۔[۴]

حضرت علیؑ کی شخصیت، اوصاف، اعمال، عظمت، سیاست اور اصول زندگی کا مکمل و جامع مرقع ''نہج البلاغہ'' میں نظر آتاہے۔ جو بلاغت وفصاحت اورحکمت اسلام کا ایک حسین مرقوع ہے۔ اس کا

مطالعہ افکار علیؑ ، تاریخ اسلام ، ادب وحکمت کے لئے ضروری سمجھا گیا۔ ’’نہج البلاغہ‘‘ تاریخ نبوت، سیرت رسولؐ روح ایمان، انسانی اقدار اورحق وصداقت کے لئے اظہار وابلاغ کے معجز نما خطبات وخطوط اور ارشادات کا مجموعہ ہے۔ آپ کا شمار فصحائے عرب میں ہوتاہے۔ آپ کے خطبات وارشادات فصاحت وبلاغت کا اعلیٰ نمونہ اور اسکا معیارتسلیم کئے گئے ہیں۔ ان خطبات وخطوط کو سید شریف رسید ، ابوالحسن محمد بن حسین الموسودی (م: ۱۰۱۵ء) نے نہج البلاغہ‘ کے نام سے جمع کیا ہے۔ ان کے علاوہ طبری،مسعودی اوریعقوبی وغیرہ کی اہم تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ جو عربی ادب کے نصاب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ۵؎

حضرت علیؑ کی منفرد ذات ایسی ہے جو پیدائش کے وقت سے ہی پیغمبر اسلامؐ کے آغوش تربیت میں رہی ہے۔ بچپن سے تعلیم وتربیت، جوانی میں شرف مصاہرت اور وصال نبویؐ تک در دولت سے وابستگی نے آپ کی ذات کوخلق نبویؐ کا پیکر اور تعلیمات اسلامی کی تصویر بنا دیا تھا۔ حضرت علیؑ کو ابتداء سے تربیت صالح ملنے کی وجہ سے ان کا دامن زمانہ جاہلیت کی تمام آلودگیوں سے محفوظ رہا۔ حضرت علیؑ بچپن ہی سے وعظ وپند اور تبلیغ اسلام میں ہر وقت آنحضرتؐ کے رفیق کا رہنے رہے۔ کلام اللہ پر آپ کی نظر عمیق ووسیع تھی اور قرآن کریم کی کسی بھی آیت کا کوئی پہلو آپ کی نظر سے مخفی نہ تھا۔ نیز سماع حدیث کا سب سے زیادہ موقع ملا تھا۔ وسعت علم کے ساتھ اسی درجہ آپ کی ذہانت، طباعی، دقیقہ سنجی اور نکتہ رسی تھی۔ آنحضرتؐ نے آپ کو اسی لیے ’’صحابہ میں سب سے بڑے قاضی علیؑ ہیں‘‘ (**اقضاھم علیؑ**) کہا تھا۔ ان خصوصیات کے ساتھ آپ میں تحصیل علم وکسب کمال کی فطری صلاحیت اور ذوق تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کو ذات نبویؐ سے جو فیض پہنچا وہ کم ہی دوسرے صحابہ کے حصے میں آیا۔ آپ قرآن ،تفسیر، حدیث، فقہ، نیز جملہ دینی علوم کا دریا تھے۔ آپ کی جلالت علمی پر سب کا اتفاق ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو خود خیر الامۃ تھے فرماتے تھے کہ علم کے دس حصوں میں خدا نے علیؑ کو نو حصے عطا فرمائے اور دسویں حصے میں بھی آپ شریک تھے۔ زبان نبوت سے آپ کو’’**انا مدینۃ العلم وعلیٌ بابھا**‘‘ کی سند ملی تھی۔ ۶؎

یہ حضرت علیؑ کی ذات ہے جس کی شمشیر اگر ایک طرف بڑے بڑے پہلوان اور سورما کو خاک وخون میں نہلاتی ہے تو دووسری طرف ان کی شخصیت زہد وتقویٰ میں یگانہ روزگار نظر آتی ہے۔ان (علیؑ) کا قول ہے کہ ’’جب اپنے دشمن پر قابو پاجاؤ تو اس کو معاف کر کے نعمت کا شکر ادا کرو‘‘۔ ۷؎

آپ کی سیرت واخلاق حسنہ کا سب سے نمایاں پہلو زہد وتقویٰ ہے۔بقول شاہ معین الدین ندوی ''حضرت علیؑ کی پوری زندگی زہدو وراع میں اس طرح ڈوبی ہوئی تھی کہ کسی واقعہ کو اس سے الگ کرکے دکھانا مشکل ہے۔آپ کی زندگی کا ہر پہلو زہد ہی کا مظہر تھا۔ زہد کے بارے میں آپ کا یہ حکیمانہ مقولہ مشہور ہے کہ'' دنیا مردار ہے جو اسے حاصل کرنا چاہے اسے کتوں کی صحبت کے لئے تیار رہنا چاہئے''۔عبادت وریاضت آپ کی زندگی کا مشغلہ تھا۔ زبیر بن سعید قریشی کا بیان ہے کہ بنی ہاشم مین آپ سے زیادہ کوئی عبادت گزار نہ تھا۔حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ'' وہ (علیؑ) قائم اللیل اور صائم النہار تھے''۔تقویٰ کا عالم یہ تھا کہ شدید سردی میں ایک چادر جو مدینہ سے لائے تھے ، اوڑھتے تھے۔ بدن کا نپ رہا ہے ۔ امیر المومنین ہونے کے باوجود بیت المال سے اس وجہ سے نہیں لیتے تھے کہ کسی مسلمان کی حق تلفی نہ ہو جائے ۔ ۸۔نمک ، کھجور ، دودھ ، اور گوشت سے رغبت نہ تھی آپ کی پسند یدہ غذاجو کی سوکھی روٹی تھی ۹۔ضمیر کے فیصلے کے مقابلے میں آپ نے مصلحت اندیشی کو کبھی راہ نہ دی ۔ دل کے جذبات کی صفائی کا اتنا غلبہ تھا کہ اس کے مقابلے میں مصلحت وقت کو ہمیشہ نظر انداز کیا ۔

ضرارہ بن حمزہؓ نے دربار شام میں سیرت علیؑ یوں بیان کی'' وہ بلند حوصلہ وقوی بہادر تھے ۔ ہر بات فیصلہ کن اور ہر فیصلہ عدل پر مبنی ہوتا تھا ۔ ہر پہلو سے علم کے چشمے پھوٹتے تھے ۔حکمت ٹپکتی تھی۔ دنیا اور اس کی رعنائیوں سے بے نیاز مگر رات کی تاریکیوں سے شغف رکھتے تھے ۔مفکر اور عبرت پذیر تھے۔ سادہ معمولی لباس اور موٹی جھوٹی خوراک پسند تھی۔ ہمارے درمیان ہم جیسے لوگوں کی طرح بیٹھتے۔ ہم کچھ پوچھتے تو خوشی خوشی جواب دیتے ۔وہ ہم کوقریب رکھتے اور خود بھی قریب رہتے تھے ۔ غریبوں کو پہلو میں بیٹھاتے لیکن ہم ان کی ہیبت سے بات کرتے ڈرتے تھے ،وہ دینداروں کی تعظیم فرماتے۔ طاقت ور لوگ ان کے سامنے باطل کی طمع نہ کرتے تھے۔ اور کمزورانصاف سے مایوس نہ ہوتے تھے۔ میں نے دیکھا رات گزر رہی ہے ، ستارے جھلملا رہے ہیں اور وہ اپنی داڑھی ہاتھ میں لئے مارگزیدہ کی طرح تڑپ رہے ہیں ۔ آنکھوں سے آنسوں بہہ رہے ہیں اور فرمارہے ہیں'' اے دنیا کسی اور کوفریب دے ۔ ،مجھ سے لگاؤ نہ کر ، مجھ سے اشتیاق نہ رکھ ، میں نے تجھے تین طلاق دے دئے ۔ تیری عمر تھوڑی اور اور تیرا مقصد حقیر ہے ۔ ہائے سفر بہت طولانی ہے ۔ راستہ وحشت ناک اور زاد سفر مختصر ہے ۔ یہ اوصاف سن کا امیر معاویہؓ رو دئے اور کہا کہ خدا ابو الحسن (علیؑ) پر رحم کرے ۔ بخدا وہ ایسے ہی تھے۔ ۱۰۔ واقعہ یہ ہے کہ قرآنی حکم'' فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة ''

کی تعمیل میں انہوں نے نہ دنیا ترک کیا اور نہ آخرت کو۔ آنحضرت کی روحانی تعلیم کو بطور خاص پھیلانے میں حضرت علیؑ کی شخصیت بہت ممتاز ہے۔

تصوف کا سرچشمہ آپ ہی کی ذات گرامی ہے ۔؟ صوفیاء کے تمام بڑے سلاسل حضرت حسن بصریؒ کے واسطے سے آپ ہی پر منتہیٰ ہوئے ہیں ۔تصوف ظاہری اسلام کی کسی خفیہ تعلیم کا نام ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ توحید کے عقیدے اور نظریہ کی وہ وسعتیں جو پیغمبر اسلام کی حیات ظاہری میں کھلی آنکھوں سے نظرآتی اور محسوس ہوتی تھیں انہیں پھر یاد دلایا جائے ۔ بقول حضرت علیؑ ''ایمان چار ستونوں پر قائم ہے یعنی صبر ، یقین ، عدل ، اور جہاد ان چاروں میں صبر کے چار شعبے ہیں شوق ، خوف ، زہد ، اور امید ۔ چنانچہ جو جنت کا مشتاق ہوگا اور جو دنیا سے بے رغبتی اختیار کرتاہے وہ مصیبتوں کو آسانی سے برداشت کر جاتاہے ۔ اور جو موت کا منتظر رہتا ہے وہ کارہائے خیر کی طرف تیزی سے بڑھتاہے ۔ اور یقین کے بھی چار شعبے ہیں ۔فہم کی درستی ، حکمت کی گہرائی تک پہنچنا ، عبرت انگیز حوادث سے سبق حاصل کرنا اور پہلے لوگوں کی سنت پر عمل کرنا ۔ چنانچہ جس نے فہم کی درستی اختیار کی حکمت اس پر آشکار ہوگی ۔ اس نے عبرت کو پہچان لیا ۔ وہ ایسا ہوگا جیسے پہلے لوگوں میں رہ چکا ہو۔اور عدل کی بھی چار شاخیں ہیں فہم رسا،علم کی گہرائی تک پہنچنا،حسن فیصلہ اور قوت برداشت کی پختگی۔ چنانچہ جس نے فہم سے کام لیا اسے علم کی گہرائی معلوم ہوگئی اور جسے علم کی گہرائی معلوم ہوگئی، وہ فیصلے کے سرچشموں سے سیراب ہوکر نکلا اور جس نے قوت برداشت سے کام لیا، اس کے ادائے فرض میں کوئی کسر نہ رہی اور وہ لوگوں میں نیک نام ہوکر زندہ رہا۔ اور جہاد کے بھی چار شعبے ہیں۔ امر بالمعروف، نہی اعن المنکر ، تمام موقع پر ثابت قدمی اور فاسقوں سے بغض رکھنا، چنانچہ جس نے معروف کے مطابق حکم دیا اس نے مومنوں کی کمریں مضبوط کردیں۔ اور جس نے ناروا باتوں سے لوگوں کو باز رکھا، اس نے کافروں کو ناکوں چنے چبوادیئے اور جو مواقع جنگ پر ثابت قدم رہا، اس نے اپنا فرض پورا کردیا۔ جس نے فاسقوں سے بغض رکھا اور اللہ کے لئے غضبناک ہوا، اللہ اس کی خاطر غضب ناک ہوگا اور قیامت کے دن اسے نہال کردے گا[۱۱]۔

مندرجہ بالا خطبے میں حضرت علیؑ نے اسلام وتصوف کی مکمل تشریح وتوضیح فرمادی اور ایک مومن کی زندگی کا مکمل لائحہ عمل بتا دیا۔ حضرت جنید بغدادی مندرجہ بالا خصائل وخصوصیات کو ایک دوسرے پیرائے میں بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ'' تصوف کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر مبنی ہے ۔ جن سے آٹھ

پیغمبروں کی پیروی ہوتی ہے۔ سخاوت حضرت ابراہیمؑ کی ۔ ۲- رضا حضرت اسماعیلؑ کی ۳- صبر حضرت ایوب کا، ۴- اشارات حضرت زکریاؑ کے، ۵- غربت حضرت یحیٰ کی، ۶- لباس حضرت موسیٰؑ کا، ۷- سیاحت حضرت عیسیٰ کی اور ۸- فقر خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہونا ضروری ہے۔ ۱۲؎ تبھی وہ معرفت الٰہی کے وجدان کو پاسکے گا۔ امام غزالیؒ اس بات کو ایک مختلف انداز میں یوں کہتے ہیں'' انسان کی قوت علم، قوت غضب اور قوت شہوت کے اعتدال کا نام ہی حسن خلق ہے۔ علم کی قوت اعتدال کا نام حکمت ہے۔ غضب کی قوت کے اعتدال کا نام شجاعت ہے۔ جس کے مظاہر خودداری، دلیری، آزادی، استقلال، ثبات اور وقار میں اور شہوت کی قوت کے قابل اعتدال کا نام عفت ہے۔ حیا، صبر، درگذر، قناعت، پرہیز گاری، لطیف مزاجی خوش طبعی ہے۔ طمعی وغیرہ عفت ہی کے مختلف مظاہر ہیں۔ مختصر یہ کہ محاسن اخلاقی کے ارکان اصل تین ہیں۔ حکمت، شجاعت اور عفت، جس قدر اور اخلاق حسنہ ہیں سب ان ہی کے مختلف قالب اور مختلف مظاہر ہیں۔'' ۱۳؎ تصوف واقعتاً تہذیب اخلاق، تربیت نفس اور جلاء روح کا نام ہے۔ اور جب مذہبی وجدان پوری طرح نشو ونما پاجاتا ہے تو معرفت کا احساس مختلف زاویوں سے ہونے لگتا ہے۔ بقول حضرت علیؑ '' کیا یہ ماں کے بعض اعضاء کے وارد ہوجاتا ہے؟ کیا پروردگار کے حکم سے خود روح قبض کرتا ہے تو تم اسے دیکھتے ہو؟ نہیں بلکہ شکم مادر میں یہ جنین کی روح کس طرح قبض کرلیتا ہے؟ کیا یہ ماں کے بعض اعضاء پر وارد ہوجاتا ہے؟ کیا پروردگار کے حکم سے خود روح اس کی جانب پرواز کرجاتی ہے؟ یا خود ملک الموت ماں کے بعض اجزاء درونی میں ٹھہر جاتا ہے۔ (ذرا غور کرو) وہ شخص خدا کا وصف کیونکر بیان کرسکتا ہے جو اپنی ماں جیسی ایک مخلوق کے وصف سے عاجز اور درماندہ ہو'' ۱۴؎ ایک اور جگہ عرفان خدا کو حضرت علیؑ حکیمانہ انداز میں یوں بیان کرتے ہیں' جس نے خدا کی تعریف کی تو سمجھ لو اس نے اسے محدود کردیا۔ اور جس نے محدود کردیا۔ اس نے شمار کرلیا اور جس نے شمار کرلیا اس نے اس کی ازلیت ختم کردی۔ جس نے کہا'' وہ کیسا ہے، اس نے'' تعارف چاہا'' اور جس نے کہا'' وہ کہاں ہے'' اس نے اسے پابند مکان بنا دیا۔ وہ عالم تھا جب معلومات نہ تھی۔ وہ پالنے والا تھا جب پلنے والے نہ تھے اور وہ صاحب قدرت تھا، جب مقدور نہ تھے۔ ۱۵؎ اس لئے تنہائیوں میں گناہ سے ڈرو کہ جو گواہ ہے وہی حکام بھی ہے۔ ۱۶؎ اور حقوق اللہ کے سلسلے میں کم از کم یہ کرو کہ اس کی نعمتوں سے گناہ میں مدد نہ لو'' ۱۷؎ '' سب سے بڑی دولت مندی امیدوں کا چھوٹ جانا ہے۔ کیونکہ دنیا کی مثال ایک سانپ کی مانند

ہے جس کی کھال نرم اور زہر قاتل ہوتا ہے۔ ۱۸؎

حضرت علیؑ کے مواعظ میں توحید الٰہی ومعرفت الٰہی کی جو وجدانی کیفیت اور اسلام کی تشریح و توضیح دیکھنے کو ملتی ہے اس کی مثال کہیں اور نہیں مل پاتی۔ حضرت علیؑ کے نزدیک اسلام کے معنی ہیں تسلیم اور تسلیم کا مطلب ہے یقین اور یقین بعینہ تصدیق ہے اور تصدیق کا مطلب ہے اقرار اور اقرار ادا کرنے کو کہتے ہیں اور ادا کرنا عمل پیرا ہونے کا نام ہے۔ ۱۹؎ ''ایمان کا مطلب دل سے پہچاننا، زبان سے اقرار کرنا اور اعضاء وجوارح سے عمل کرنا ہے''۔ اور جب ایمان کا عالم یہ ہوتو پھر یہ دنیا اور اس کی نعمتیں ہیچ دکھائی دیتی ہیں۔ تقویٰ، توکل، قناعت، فقر وشکر، وحسن سلوک میں حقیقی مسرت کا احساس ہوتا ہے اور پھر تخلیق انسانی کی حقیقت منکشف ہوجاتی ہے۔ حضرت علیؑ نے کہا'' اے لوگو! میں تم سے اس گھر کی کیا تعریف کروں کہ جس کا آغاز رنج اور انجام نیستی ہے جس کے حلال میں حساب اور جس کے حرام میں عذاب ہے جو اس دنیا میں غنی اور مالدار ہوا وہ ہے وہ مبتلائے فتن ہوا اور جو اس دنیا میں مفلس ومحتاج ہے وہ اندوہ گیں ہے۔ جو اسے پانے کی کوشش کرتا ہے اسے یہ ملتی نہیں جو اس سے دور بھاگتا ہے اس کے پیچھے دوڑتی ہے، جو کوئی اسے (نگاہ عبرت سے) دیکھتا ہے اسے یہ بینا اور دانا بنا دیتی ہے اور جو اس کی زینت وآرائش کو دیکھتا ہے اسے یہ نابینا کردیتی ہے''۔ ۲۰؎ اس لئے قناعت پسندی بہت ضروری ہے اور پھر قناعت وہ دولت ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتی۔ اوراپنے نفس کی اصلاح کے لئے یہی کافی ہے کہ جو باتیں دوسروں کے لئے ناپسند ہوں ان سے بچا جائے۔ ۲۱؎ قرآن کی واضح تنبیہ (**الهاكم التكاثر، حتى زرتم المقابر** (دنیاوی ساز وسامان پر فخر کرنا جو علامت ہے محبت طلب کی) تم کو آخرت سے غافل کئے رہتا ہے یہاں تک کہ قبروں میں پہنچ جاتے ہو۔ ۲۲؎ جبکہ بعد ضروری ہے کہ وہ تقویٰ شعار بنیں۔ لیکن دنیا کی چمک دمک اور نفسانی خواہشیں ایسا نہیں ہونے دیتیں۔ حالانکہ منزل سامنے ہے اور قیامت پیچھے کھڑی ہے جو سبک بار بن کر ہنکار رہی ہے کہ باران تیز گام سے جاملو اور تمہارے اوّل کے لئے تمہارے آخر کا انتظار کیا جارہا ہے۔ ۲۳؎ مگر انجام یہ ہوتا ہے کہ بقول حضرت علیؑ '' مردہ اپنے عزیزوں کے درمیان پڑا ہوا سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور اپنے کانوں سے ان کا رونا سنتا ہے۔ عقل بجا اور فہم وادراک برقرار، پڑا سوچتا ہے کہ عمر عزیز کس طرح گنوادی، کس طرح بسر کیا، وہ جمع کردہ مال کو یاد کرتا ہے کہ اس کے حاصل کرنے میں کس کس طرح حلال وحرام کے فرق کو نظر انداز کیا؟ اور مشتبہ وغیر مشتبہ ہر

طرح سے اسے فراہم کیا۔ اور اب بلاشبہ اس ذخیرہ اندوزی کے نتائج وعواقب لازم ہوگئے۔ یہ مال اس کے بعد ان لوگوں کیلئے رہ جائے گا جس سے وہ عیش وکامرانی کی زندگی بسر کریں گے اور یہ دکھ جھیل کر جمع کی ہوئی دولت غیروں کے لئے ہوجائے گی اور حساب وعذاب بارگراں اس کی پیٹھ پر رہے گا۔ اب وہ شخص اپنے اموال میں گرفتار ہے۔'' ۲۴ اس لئے خدا سے ڈرو چاہے وہ خوف کتنا ہی کم ہو۔ اور خدا اور اپنے درمیان شرم وحیا کا ایک پردہ رکھو چاہے وہ کتنا ہی باریک کیوں نہ ہو۔ ۲۵ بے شک تقوائے الٰہی استواری، قیامت کے دن کا کارآمد سامان، ہر غلامی سے آزادی اور ہر ہلاکت سے نجات کا ذریعہ ہے۔ بے شک تقوائے الٰہی استواری، قیامت کے دن کا کارآمد سامان، ہر غلامی سے آزادی اور ہر ہلاکت سے نجات کا ذریعہ ہے۔ حضرت علیؑ کا ارشاد'' اے لوگو! امیدوں کی کمی، نعمت پر خدا کا شکر، محارم سے اجتناب (بس یہی) زہد ہے۔ اگر ان چیزوں پر تم عمل نہ کرسکو تو کم ازکم حرام کو اپنی شکیبائی پر غالب نہ آنے دو (اور ہاں) نعمت خداوندی پر سپاس گزاری بھی نہ بھولو کیونکہ خدا نے اپنی ظاہر وروشن حجتوں اور واضح کتب آسمانی سے تمہارے کسی عذر کی گنجائش باقی نہیں رکھی ہے۔'' ۲۶

حضرت علیؑ نے اپنے مواعظ میں قناعت، فقر وتوکل صبر وشکر اور اکل حلال کی اور مادیت سے پرہیز گاری کی تلقین بھی واضح انداز میں لوگوں کو فرمائی جو تقویٰ شعاری کے لئے بنیادی شرائط ہیں۔ کیونکہ بنا تقویٰ کے عرفان الٰہی کے وجدان کا حصول ممکن نہیں۔ حضرت علیؑ کہتے ہیں'' فرزند آدم! آج کے دن آنے والے دن کی فکر نہ کر اس لئے کہ اگر اس دن تیری زندگی ہے تو خدا تیرا رزق بھی اسی کے ساتھ لائے گا۔'' ۲۷ اس کی مزید تشریح وتوضیح حکیمانہ انداز میں فرماتے ہوئے ارشادعلیؑ ہے کہ'' جس روزی کی تمہارے لئے ضمانت دی جاچکی ہے وہ تو واجب ہوگئی اور جوعمل صالح تم پر واجب کیا گیا تھا وہ ساقط ہوگیا۔ پس عمل کی طرف جلدی کرو اور ناگہانی موت سے ڈرو۔ کیونکہ بازگشت عمر کی ایسی امید نہیں جیسی بازگشت رزق کی امید کی جاسکتی ہے۔ آج اگر روزی کا کچھ حصہ کم ہوگیا تو اس میں اضافہ ہوسکتا ہے اور کل (گذشتہ) جتنی عمر جاچکی ہے آج وہ واپس نہیں آسکتی۔ آئندہ روزی کی امید ہے اور گزشتہ (عمر) سے ناامیدی ہی بہتر ہے۔ لہٰذا (خدا کہتا ہے) عذابِ الٰہی سے ڈرو اور پرہیز گار بنو۔ ایسی پرہیز گاری جو اس کے لئے سزاوار ہے۔ اور نہ مردمگر مسلمان بن کر۔ ۲۸ حضرت علیؑ نے اپنے مواعظ میں ضرورت سے زیادہ کی مادی زندگی سے پرہیز پر زور دیا ہے وہ ایک

ایسی زندگی کے خواہاں نظر آتے ہیں جس میں مال و دولت انسان کو یادِ الٰہی سے غفلت میں نہ ڈالے۔ اور خوف خدا کا احساس ان کے ذہنوں سے غائب نہ ہو۔ ان کا مال ومتاع صرف ان کے لئے نہ ہو بلکہ ناداروں، مسکینوں اور ضرورتمندوں کو بھی اپنے مال ومتاع میں شریک کرکے حسن وسلوک کا مظاہر کریں۔ اور جذبات تشکر ان کے زبانوں سے ہمیشہ جاری رہیں۔ حضرت علیؑ لوگوں کو تنبیہ کرتے ہوئے کہتے ہیں'' جس نے تم کو مال ومتاع بخشا ہے اس کی راہ میں تم اسے خرچ نہیں کرتے اور نہ اپنی جانوں کو اس کے لئے خطرے میں ڈالتے ہو، جس نے ان کو پیدا کیا۔تم نے اللہ کی وجہ سے بندوں میں آبرو پائی لیکن اس کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک کرکے اس کا احترام نہیں کرتے'' ۲۹حضرت علیؑ عابد وزاہد تقویٰ شعار مومن، جس پر معرفت کی وجدانی کیفیت پوری طرح آشکار ہوچکی ہو اور خوف الٰہی وعذاب خدا کا احساس پوری طرح جاگزیں ہوچکا ہو، کی تصویر کچھ یوں بیان کرتے ہیں۔'' دن کے وقت یہ لوگ بردبار اور حلیم ہیں، نیکو کار اور پرہیز گار ہیں۔ خدا کے خوف نے انہیں اس طرح لاغر کردیا ہے جیسے تیر کی لکڑی رندہ کرکے باریک کردی جاتی ہے۔ دیکھنے والا ان کی طرف دیکھتا ہے اور خیال کرتا ہے یہ بیمار اور مریض ہیں حالانکہ کوئی بیمار نہیں رکھتے اور دیکھنے والے کہہ اٹھتے ہیں کہ یہی لوگ مجنوں اور دیوانے ہیں۔ حالانکہ نہ مجنوں ہیں نہ دیوانے بلکہ ایک بہت بڑی بات (اندیشہ قیامت) نے انہیں گھیر رکھا ہے۔ یہ اپنی کم عبادت سے رضا مند نہیں ہوتے اور بہت کو بہت نہیں سمجھتے۔ یہ اپنے آپ کو عاصی ومہتمم وگنہگار سمجھتے ہیں اور اپنے کردار سے ہراساں رہتے ہیں(کہ شاید ناپسندیدہ قرار پائے) تو جب ان میں کسی کے کردارِ نیک کا ذکر ہوتا ہے تو یہ ڈر جاتے ہیں او رکہتے ہیں'' میں اپنا حال دوسروں سے زیادہ جانتا ہوں اور میرا پروردگار مجھ سے دانا تر ہے۔''۳۰

حضرت علیؑ کے نزدیک دنیا کی حقیقت فانی اور سراب سے زیادہ نہ تھی اور دنیاوی مال ومتاع اور ساز وسامان سے زیادہ اہم وہ زادِ سفر تھا جو عبادت وریاضت اور حسن وسلوک کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے۔ جس کے لئے خدا نے انسان کو تخلیق کیا ہے۔ مادی وسائل فراہمی ان کے نزدیک صرف اس حد تک ضروری ہے جس سے زندہ رہا جاسکے۔ اور اگر مال ومتاع ہے تو اس کو خدا کی راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ حضرت علیؑ کے نزدیک'' دنیا اسکے لئے سچائی کا گھر ہے۔ جو اس کے ساتھ سچا ہے۔ جو اسے سمجھ گیا، اس کے لئے تندرستی کی جگہ ہے۔ یہ سرمایہ داری کا ٹھکانہ ہے، جو اس سے سامان سفر لے اور نصیحت کا مقام ہے جو نصیحت حاصل کرے۔ یہ تو دوستانِ خدا کی مسجد، اس کے ملائکہ کا مصلّی ،

وحی کی منزل ، اولیاء اللہ کی تجارت گاہ ہے، جس میں وہ رحمت کماتے ہیں اور جنت کا نفع اٹھاتے ہیں''۳۱ حضرت علیؑ جن کے یہاں اسلام کے رموز واسرار کا کوئی پہلو ایسا نہ تھا ،جو روز روشن کی طرح عیان نہ ہو۔ اور اسلام کی سچی اور عملی روح کا کوئی پہلو ان سے چھپانا تھا۔ مذہب شریعت کا کوئی عام و دقیق مسئلہ ان سے پوشیدہ نہ تھا۔ اسی وجہ سے سوز و گداز اور ذوق وشوق سے بھری وجدانی کیفیت آپ کی عبادت کی خاصیت تھی۔ اور وہی وجدانی وفلسفیانہ نکتہ سنجی اور دقیقہ رسی آپ کے مواعظ کا مظہر تھی۔ اور اللہ پر مکمل توکل ان کی ذات کا وصف خاص تھا۔معرفت باری تعالیٰ کی اس سے عمدہ مثال حضرت علیؑ کے یہاں اورکیا ہوسکتی ہے کہ'' میں نے خدا کو ارادوں کے توٹنے اور بندھنوں کے کھلنے سے پہچانا''۳۲ اور وجود خدا کی ایسی دلیل صرف وہی شخص دے سکتا ہے جس کو عرفان حاصل ہوجاتا ہے اور اعمال مواخذہ کا (خیال رہتا ہے اور پھر اس شخص کو فقر میں بھی مزہ آنے لگتا ہے اور پھر ایسا شخص خالق کائنات سے یوں دعا کرتا نظر آتا ہے کہ'' خدایا ! میری آبرو کو غنا وتونگری کے ساتھ محفوظ رکھ اور فقر وتنگ دستی سے میری منزلت کو نظروں سے نہ گرا کہ تجھ سے رزق مانگنے والوں سے رزق مانگنے لگوں اور تیرے بندوں کی نگاہ لطف کرم کو اپنی طرف موڑنے کی تمنا کروں اور جو مجھے دے اس کی مدح وثنا کرنے لگوں اور جو نہ دے اس کی برائی کرنے میں مبتلا ہوجائیں'' ۳۳ یہی وجہ ہے کہ اسلام کی وہ مثالی روح جس کی تبلیغ وہ اشاعت کے لئے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خالق کون ومکاں نے مبعوث کیا تھا، انکے کردار کی آئینہ دار تھی۔ حضرت علیؑ لوگوں کو تلقین کرتے ہیں'' اپنے اندر حلم وعاجزی پیدا کرو۔ پرہیز گاری اور راست بازی سے کام لو، اپنے نفس کا محاسبہ کرو، کیونکہ جو ایسا کرتا ہے اسے اجرِ عظیم ملتا ہے اور جو ایسا نہیں کرتا بڑے خسارہ میں رہتا ہے۔ اور جو کوئی تقویٰ پر عمل کرتا ہے اپنی روح کو سکون بخشتا ہے اور جو شخص تنبیہ پر کان دھرتا ہے وہ حق کو سمجھ لیتا ہے اور جو شخص حق کو سمجھ لیتا ہے اسے کمال علم حاصل ہوجاتا ہے'' بقول سید امیر علی'' حضرت علیؑ کے ان ارشادات میں قضا وقدر کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا اس کے برعکس وہ ایسے قلب کے آئینہ دار ہیں جس میں خدا پر ایک جیتا جاگتا ایمان تھا''۳۴ سرورِ کائناتؐ نے عقل وفہم، مقید ومطلق، حدود وغیر محدود کی جو تعریف کی ہے وہ ہمیں حضرت علیؑ کے مواعظ وارشادات میں مکمل توضیح وتشریح اور فلسفیانہ وحکیمانہ انداز میں دیکھنے کو ملتی ہے۔

شیخ محمد عبدہ نہج البلاغہ میں منقول حضرت علیؑ کے مواعظ وارشادات کے سلسلے میں رقمطراز ہیں ''میں جتنا ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچا مجھے مناظر بدلتے ہوئے ، آثار متغیر ہوتے ہوئے

دکھائی دیتے ہیں چنانچہ کبھی میں اپنے کو ایسے عالم میں پاتا جیسے اچھی عبارتوں کو حلوں میں معانی کی بلند ترین روحیں آباد ہورہی ہوں اور وہ اچھے اور پاکیزہ نفوس کے گرد طواف کرکے اور صاف قلوب سے قریب ہوکر اصلاح کا پیام دیتے ، مقصد کو پائیدار کرنے اور قلوب کو لغزشوں کے غار میں گرنے سے بچا کر فضل وکمال کے راستوں پر ڈال دیتے ۔ اور کبھی میں یہ سیکھتا کہ ایک عقل نورانی جو جسمانی مخلوق سے کوئی مشابہت نہیں رکھتی ، خداوندی کے شاہانہ جلوس اور سواری سے الگ ہوکر روح انسانی سے مل گئی ہے اور اس میں بڑے بڑے مادی عنصر کے پردوں کو چاک کرکے اس ملکوت اعلیٰ کی طرف اٹھا لے گئی ہے ۔ مشہد نورِ مجلی تک اسے لے کر پہنچ گئی ہے اور فتنوں واوہام کے داغ دھبوں سے صاف کرکے پایہ عرش کے ایک طرف ٹھہرا دیا ہے۔'' ۳۵ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ'' علیؑ کا یہی احسان کیا کم ہے کہ آپ نے ہم کو توحید کے تصورات بخشش فرمادیئے جن سے ہم نا آشنا تھے اور اگر علیؑ توحید کے اسرار تعلیم نہ فرمادیتے تو مسلمان فلسفہ الٰہیات سے بے بہرہ رہ جاتے'' ۳۶ حضرت علیؑ کے مواعظ واشادات میں ایسا لگتا ہے کہ ان کو مخلوقات عالم کے حقائق اور آفرینش عالم کے رموز سے اس طرح واقفیت تھی جیسے کہ یہ چیزیں ان کے سامنے بنائی گئیں ہوں یا بنانے والے سے اتنی قربت حاصل کرچکے تھے کہ اس کے تمام اسرار و رموز اس خالق کل نے ان کو کسی ذریعہ سے ودیعت فرمادئے تھے ۔ تبھی وہ اعلیٰ اقدار کی تعلیم دنیا والوں کو اس طرح دے سکے کہ'' خدا کی قسم اگر یہ صفت یعنی خدا کی توجہ اور تیری بے توجہی ایسے دو شخصوں میں ہوتی کہ تونگری میں مساوی اور توانائی میں برابر ہوتے (اور ان میں سے ایک تم ہوتے تو بے شک تم پہلے شخص ہوتے جو اپنے نفس کو ناپسند عادت اور بد اخلاقی کا مجرم قرار دیتے) میں سچ کہتا ہوں کہ دنیا نے تمہیں فریب نہیں دیا بلکہ تم خود پر فریفتہ ہو، دنیا نے تمہیں واضح نصیحتوں کی طرف متوجہ کیا اور عدل و برابری سے آگاہ کیا اور جو وعدے تم سے کئے (جیسے بیماری وکمزوری) ان میں وہ دنیا بڑی سچی اور وفادار تھی۔ بجائے اس کے کہ تم سے جھوٹ بولتی یا فریب دیتی۔ اور بہت ناصح ہیں جنہیں تم گناہگار جانتے ہو اور بہت سچی خبریں ہیں جنہیں تم دروغ سمجھتے ہو۔ اگر تم ویران شہروں اور سنسان ویرانوں سے اس دنیا کی معرفت حاصل کرو تو تم انہیں اپنا اچھا مہربان اور ناصح پاؤگے۔ تم انہیں ایسا شفیق دوست پاؤگے جو اس امر پر بخیل ہوگا کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچے۔ کتنا اچھا ہے اس شخص کا گھر جو دنیا سے دل نہیں لگاتا اور کتنی اچھی ہے وہ جگہ جسے وہ اپنا مستقل محل اقامت نہ بنائے ۔ بلاشبہ کل کے دن دنیا کے نیک بخت وہی لوگ ہوں گے جو آج اس

دنیا سے گریزاں ہیں۔''۳۷ واقعتاً حقیقی عرفان وتصوف مذہب کی روح، اخلاق کی جان اور ایمان کا کمال ہے۔ جس کی اساس شریعت اور سرچشمہ قرآن وحدیث ہیں یہ شریعت کی نفی نہیں بلکہ اس کی تشریح وتوضیح ہے۔ یہ صرف اقرار باللسان ہی نہیں بلکہ اقرار بالقلب بھی ہے۔ عرفان وتصوف واقعتاً گہرے زہد وعبادت اور وجدو استغراق کا مسلک ہے۔ محبت اس کا ولولہ وعبادت اور عالمِ محسوسات سے گذر کر خدا سے مل جانا اس کی منزل مقصود ہے اور حضرت علیؑ کی شخصیت جو فطرتاً للّٰہیت اور خلوص نیت کا پیکر تھے اور اصول اسلام واعمال دین ان کے خمیر کا جزو لاینفک تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت، اپنی ذات کا شعور، اسلام کی بصیرت اور اس کا تحفظ ان کی ذات کے لئے حاصل حیات اور تبلیغ واشاعت نیز حفاظت دین ان کا منصب تھا۔ ان کی ذات واقعتاً دامے درمے، سخنے اسی کام کے لئے وقف تھی، وہ حکمت ودانش کا پیکر عظیم تھے اور جو واقعی اسلام کے راز ہائے سربستہ کی توضیحات اور اسکی عرفانی ووجدانی کیفیت کو مترشح کرنے کے لئے ہی خلق کئے گئے تھے۔ احساس باطنی اور انکشاف حقیقت کو مترشح کرنے کے لئے ہی خدائے برترنے ان کو خلق کیا تھا۔ واقعی ان کی ذات گرامی لوگوں کو یقین وطمانیت نیز اعلیٰ وارفع منزل مقصود سے ہمکنار کرنے والی شاہراہ کی رہنمائی کرتی ہے جو ہماری عقل وظرف پر منحصر ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے مواعظ وارشادات صرف عرفان وتصوف کا سرچشمہ نہیں بلکہ ہماری خوابیدہ روح کو بیدار کرکے زندگی کے اعلیٰ ترین نصب العین کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔

حوالے:

۱-القرآن، سورۃ الفرقان، آیت ۶۳

۲-روح اسلام از سید امیر علی، ترجمہ محمد ہادی حسین، دہلی، ۱۹۸۶ء ص ۶۴۸

۳- تاریخ مشائخ چشت از خلیق احمد نظامی، دہلی، ۱۹۸۵ء ص ۲۳

۴- روح اسلام، ۵۹۴

۵- تاریخ اسلام، جلد اول، از شاہ معین الدین احمد ندوی، اعظم گڑھ، ۱۹۶۶ء ص ۳۷۲

۶- ایضا، ۳۶۹

۷- نہج البلاغہ، سید شریف رضی، مترجم سید رئیس احمد جعفری، نائب حسین نقوی وغیرہم، لاہور، ۱۹۸۱، ص ۷۱۹

۸- تاریخ اسلام، جلد اول، ص ۳۷۵-۳۷۳
۹- ہندوستانی اردو مورچہ ہفت روزہ، دہلی، مولود کعبہ نمبر، جلد ۳، شمارنمبر ۱ رتا ۳، ۷ فروری ۱۹۹۰ء ص ۲۲
۱۰- نہج البلاغہ، ۷۲۸، تاریخ اسلام، جلد اوّل، ۷۸-۳۷۷، ہندوستانی اردو مورچہ، ۲۳-۲۲
۱۱- نہج البلاغہ، ۲۳، ۷۲۱، ۷۰
۱۲- کشف المحجوب از ابو الحسن سید علی بن عثمان ہجویری، مترجم ابوالحسنات سید محمد احمد قادری، لاہور، ۱۹۷۷ء ص ۲۷-۱۲۶
۱۳- تصوف شریعت کی روشنی میں از پروفیسر ماجد علی خان، قومی آواز، روزنامہ، جلد ۷۱، شمارہ ۹۱، ۸ر اپریل ۱۹۷۷ء ص ۳
۱۴- نہج البلاغہ، ۳۵۵
۱۵- ایضا، ۴۲۷
۱۶- ایضا ۷۷۱
۱۷- ایضا ۷۷۲
۱۸- ایضا، ۷۷۳
۱۹- ایضا، ۶۹۱
۲۰- ایضا ۷۳۷، ۷۲
۲۱- ایضا، ۷۲۱-۷۲۰
۲۲- ایضا، ۷۸۶
۲۳- القرآن، سورہ التکاثر، آیات ۲-۱
۲۴- نہج البلاغہ، ۱۷۶
۲۵- ایجا، ۳۴۷
۲۶- ایضا، ۷۵۴
۲۷- ایضا، ۷۲۰
۲۸- ایضا، ۷۶۲

۲۹- ایضا، ۳۶۱

۳۰- نہج البلاغہ، مترجم مفتی جعفر حسین، بمبئی، ۱۹۸۸ء ص ۳۳۲

۳۱- نہج البلاغہ، مترجم سید رئیس احمد جعفری وغیرہم، ص ۴۹۰

۳۲- ایضا، ۳۹۷

۳۳- ایضا، ۵۵۷

۳۴- ایضا ۵۳۸

۳۵- ایضا، ۵۹۵

۳۶- ایضا، ۸۳

۳۷- ایضا، ۲۵

☆